افادات امام اہل سنت حضرت مولانا شیخ الحدیث مدظلہ　　مرتبہ: مولوی محمد عبدالحکیم سواتی

اللہ رب العزت کی زیارت کیسے ہوگی؟

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (المتوفاۃ ۵۸ھ) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ھ) ان آیات مبارکہ کو جو سورۃ النجم میں وارد ہوئی ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے حق میں کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت بصری کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ (المتوفی ۳۲ھ) سے دونوں قسم کی روایتیں ثابت ہیں۔ ھُوَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپؐ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں اور ابوذر غفاریؓ سے یہ روایت بھی ثابت ہے۔ رَاَیْتُ نُوْرًا فَسَجَدْتُ لَہٗ کہ میں نے نور کو دیکھا اور میں اس کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا استدلال درج ذیل آیات و احادیث سے ہے۔

① مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا (زخرف)

کسی انسان اور بشر کی یہ حد و شان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے براہ راست کلام کرے بجز اس کے کہ یا تو وحی کے ذریعے یا حجاب کے پیچھے سے یا فرشتہ بھیج کر اس کے ذریعہ کلام کرتا ہے۔

② لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (انعام)

آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کو پا سکتا ہے اور وہ نہایت ہی باریک بین اور خبر رکھنے والا ہے۔

③ ھُوَ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاہُ

وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں

اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ معراج کی شب قلب کے ساتھ بھی رویت ہوئی ہے جیسا کہ مفسر قرآن صاحب روح المعانی سید آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ کے قلب مبارک میں قوت ابصار بھی تھی۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) رویت قلب (فواد) اور رویت

بصرہ دونوں کے قائل ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ (المتوفی ۳۰ھ) اور امام حسن بصریؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) اور دیگر حضرات بھی اسی کے قائل ہیں بلکہ حضرت حسن بصریؒ تو قسم اٹھا کر کہتے تھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے اور حضرت عروہ بن زبیرؓ بھی اسی بات کو ثابت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ کیا تم لوگ اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیمؑ کے لیے ہو اور کلام حضرت موسیٰؑ کے لیے اور رؤیت حضرت محمدؐ کے لیے! یہ حضرات ام المومنین عائشہؓ اور عبد اللہ بن مسعودؓ کے استدلال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ آیت مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ یہ تو کلام کے بارے میں ہے نہ کہ رؤیت کے متعلق اور لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ میں ادراک کا ذکر ہے اور ادراک تو احاطہ کو کہتے ہیں اور وہ تو حق تعالیٰ کے بارہ میں محال ہے کیونکہ وہ خود محیط ہے نہ محاط۔ اور رؤیت آخرت میں تو تمام مومنین کے لیے ثابت ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (قیامت)	بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

اور علاوہ ازیں بکثرت احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت موجود ہے اس کے برخلاف فرقہ معتزلہ، فرقہ مرجیہ، فرقہ خوارج، روافض اور بعض دیگر اہل بدعت اس کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر رؤیت ثابت ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت اور مکان ثابت ہو گا اور یہ اس کی شان تنزیہہ کے خلاف ہے۔ اہل السنۃ والجماعت رؤیت کے قائل ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ رؤیت بے کیف ہو گی۔

رؤیت کا تعلق اسباب سے بھی اور بغیر اسباب دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح وہ اسباب سے رؤیت پیدا کرتا ہے اسی طرح بغیر اسباب کے بھی رؤیت کو پیدا کر سکتا ہے۔ مفسرین کرام کا ایک گروہ یہ بھی کہتا ہے کہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت باری تعالیٰ حاصل ہوئی تھی وہ عالم اسباب سے خارج تھی کیونکہ وہ خطیرۃ القدس میں سدرۃ المنتہیٰ کے پاس واقع ہوئی تھی۔ وہ ناسوتی عالم میں نہیں واقع ہوئی لہٰذا کوئی اشکال نہیں (مظہری) اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات تھی۔ آپؐ کے علاوہ تمام لوگوں کے لیے خواہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء یہ بات ہے جس طرح آپؐ نے فرمایا اِنَّكُمْ لَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوْتُوْا کہ تم لوگ اپنے پروردگار کو نہیں دیکھ سکتے جب تک مر کر دوسرے جہاں میں نہ پہنچ جاؤ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

کا واقعہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا لَنْ تَرَانِیْ وہ بھی مشروط تھا۔ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں اس مادی جہاں میں وہ قوت وطاقت نہیں جو دوسرے جہاں میں حاصل ہوگی۔

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ آج تمہاری نگاہ بہت تیز ہے۔ وہ سب چیزیں اب نہیں نظر آرہی ہیں جو مادی جہاں میں تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ جس طرح سورج دیکھنے میں دوپہر کے وقت جب ابر وگرد وغبار بھی نہ ہو تو کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اسی طرح چودھویں کے چاند کو دیکھنے میں بھی کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی اسی طرح عالم آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ ہوگی۔

حضرت امام ولی اللہؒ اپنی کتاب "الخیر الکثیر" میں لکھتے ہیں کہ رؤیت (باری تعالیٰ کو دیکھنے) کی حقیقت علم حضوری اور انکشاف تام ہے یعنی کامل درجہ کا انکشاف ہے۔ یہ انکشاف کبھی ذات اقدس کا ہوتا ہے اور کبھی صفات عالیہ مقدسہ کا ہوتا ہے اور اس انکشاف کی کیفیت یہ ہے کہ انسان کا اپنا تعرف و تحقق جب مضمحل اور محو ہوجائے تو ایک ہی واحد صمد کی ذات اقدس رہ جاتی ہے۔ اس مادی جہاں میں جو ناقص عالم ہے توحید وانکشاف کا یہ درجہ کبھی مکمل نہیں ہوسکتا۔

اہل السنۃ والجماعت کے لیے آفریں ہے کہ انہوں نے وہی بات کہی ہے جو حق ہے اور واقعہ کے مطابق ہے کہ آنکھ کو بھی اس انکشاف کامل میں کسی نہ کسی طرح دخل ہے اور یہ بات ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور تقلید کی برکت سے حاصل ہوئی ہے۔

امام ولی اللہؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) یہ بھی فرماتے ہیں کہ بہت کچھ ردوقدح اور چھوٹی بڑی باتوں کو دیکھنے کے بعد مجھے اس بات کا یقین حاصل ہوا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب تعالیٰ کو اپنی ان ہی سر آنکھوں سے دیکھا ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کانوں سے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے۔ ان باتوں پر تمہیں تعجب نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو تسلیم کرلینا چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے۔ ان باتوں کا انکار کرنا جہالت اور طیش ہوگا یعنی بے جا غصہ، عاجزی اور درماندگی کی علامت ہوگی۔ (ص ۱۱۳ عربی)

اس مسئلہ کو ذرا زیادہ وضاحت کے ساتھ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۲۳۳ھ) نے اپنی بعض تحریروں (جوابات سوالات اثنا عشرہ فارسی) میں اس طرح بیان کیا ہے

سوال دوم: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور رؤیت ہوگی یا نہیں۔ اگر ہوگی تو کس

طرح ہوگی۔ آیا تجلی ذات کی شکل میں یا تجلی صفات کی شکل میں؟

جواب: اس فقیر نے ایک رسالہ "دررودراری" میں اس مسئلہ کی تفصیل لکھی ہے جس کو اس مقام میں نقل کرنا باعث طوالت ہوگا لیکن بہرحال اس کا مختصر سا بیان اس مقام میں لکھا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں مختصر بات یہ ہے جس پر اہل السنۃ والجماعت کا اتفاق ہے کہ دیدار الٰہی جنت میں بے کیف ہوگا یعنی بغیر رنگ، شکل، بعد اور جہت کے ہوگا۔ اس مسئلہ کی توضیح اہل عقل اور اہل کشف کے محققین نے جس طرح بیان کی ہے وہ چند وجوہات پر ہے۔ چنانچہ حکمائے اسلام میں سے حکیم ابونصر فارابیؒ (جس کو معلم ثانی بھی کہا جاتا ہے) اپنی کتاب نصوص میں لکھتے ہیں کہ کسی شے کا انکشاف کبھی جزی شخصی کے طریق پر ہوتا ہے اور کبھی کسی شیٔ کا انکشاف وجوہ کلیہ سے ہوتا ہے جبکہ عنوان ایک ہی شخص کا ہوتا ہے یا اشخاص کثیرہ ہوتے ہیں۔

اوّل (جزی شخص کے طریق پر انکشاف) کو رؤیت کہتے ہیں اور

ثانی (وجوہ کلیہ سے انکشاف ہو جبکہ عنوان شخص واحد کا ہو) کو معرفت کہتے ہیں اور

ثالث (وجوہ کلیہ سے انکشاف جبکہ عنوان اشخاص کثیرہ ہوں) کو علم کہتے ہیں

جب تک نفس ناطقہ یا روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق دوسری قسم (معرفت) کے ساتھ ہوتا ہے اور جب بدن سے روح الگ ہو جائے تو یہ معرفت ترقی کرکے درجہ اول تک پہنچ جائے گی اور اسی کو رؤیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ) اور یہ جو بیان کیا گیا ہے یہ ابونصر فارابیؒ کے کلام کا مضمون ہے۔ عبارت کا ترجمہ نہیں (اور شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں) کہ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) اس طرح فرماتے ہیں کہ جو جزم ویقین اور لذت مبصر (دیکھنے والا) اور باصرہ کو معائنہ کے وقت حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ کے ساتھ اس ذات مقدس کی بہ نسبت اسی طرح جزم ویقین اور لذت مبصر و باصرہ میں پیدا ہو جائے گی اور اس کو سوائے ابصار اور رؤیت (یعنی آنکھوں سے دیکھنے اور دیدار) کے کسی دوسری چیز سے نہیں تعبیر کیا جاسکتا کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی دوسری عبارت کمال انکشاف پر دلالت نہیں کرتی اور یہ کلام جو ہم نے نقل کیا ہے اس میں کچھ تھوڑا سا تغیر اور اصلاح بھی کی گئی ہے کیونکہ مجدد صاحبؒ کے کلام شریف میں حصول جزم اور باصرہ کے اندر لذت کے الفاظ نہیں۔

شاہ رفیع الدینؒ فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ رؤیت وہی ادراک قلبی ہے جو بتوسط حاسہ بصر

حاصل ہوتا ہے مجرد (محض) ادراک قلبی نہیں ورنہ یہ بات فرقہ معتزلہ کے قول کے مطابق ہو جائے گی کیونکہ وہ رؤیت کی یہی تاویل کرتے ہیں کہ قلبی ادراک اور یقین اور علم کا نام ہی رؤیت ہے۔

اور بعض دوسرے حضرات کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مشاہدہ کرنے والے اور دیکھنے والے شخص کے اندر رؤیت کا تحقق اس وقت ہوتا ہے جب مرئی (یعنی دکھائی دینے والی چیز) کا عکس جلیدیہ (شفاف رطوبت جو آنکھ کے ڈھیلے میں بھری ہوئی ہوتی ہے) پر پڑتا ہے اور پھر یہاں سے مجمع النور تک پہنچتا ہے اور پھر وہاں سے حس مشترک میں پہنچتا ہے اور وہاں اس کے سامنے نفس ناطقہ، صورت خیالیہ، صورت وہمیہ اور صورت عقلیہ تجرید کرتا ہے تو اس طرح رویت کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ یعنی رویت حاصل اور متحقق ہوتی ہے اور اسی راستے سے صورت نزول کرتی ہے کہ علم عقلی یعنی جو علم عقل میں متحقق اور ثابت ہے وہ بواسطہ وہم اور خیال حس مشترک پر جب نزول کرتا ہے تو ابصار جیسی حالت حاصل ہوتی ہے لیکن جب تک جلیدیہ تک نزول نہیں ہوتا اس وقت تک حقیقی ابصار یا رویت نہیں ہو سکتی۔

اور اس جہاں (عالم آخرت) میں جبکہ نفوس مقدسہ اور مطمئنہ ہو جائیں گے اور کمال درجہ کا اتصال مبدا کے ساتھ پیدا کر لیں گے تو اس ذات مقدس کی نورانی شعاعیں قوت عقلیہ اور قوت وہمیہ پر پرتوافگن ہوں گی اور وہاں سے قوت خیال اور حس مشترک پر نزول کریں گی اور فیوض الٰہیہ کے شیوع (پھیلاؤ اور انتشار) کی وجہ سے قوت مدرکہ میں اور نیند (نوم) کے موانع کے مرتفع ہونے کی وجہ سے اور حواس کے معطل ہونے کی بنا پر مجمع النور میں اور جلیدیہ میں بھی اس کی ریزش (یعنی نزول) ہوگا اور جس طرح خیالات اس مادی جہان (ناسوتی اور مادی جہان) میں جہت اور مکان میں نہیں ہوتے ان کے لیے جہت اور مکان کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح وہ معاینہ، مشاہدہ اور رؤیت حقیقۃ بھی کسی جہت اور مکان میں نہیں ہوگی اور کچھ دوسرے حضرات نے کہا ہے کہ حدیث شریف میں جو کچھ رؤیت کے بارہ میں وارد ہوا ہے اس سے جہت کی نفی اور لوازم جسمیت کے سلب پر اشارہ نہیں پایا جاتا۔ ہاں اس قدر ہے کہ وہ تجلی عیانی (مشاہداتی تجلی) اور صوری تجلی تمام مظاہر سے دو وجہ سے امتیاز رکھتی ہے۔ بہرحال تمام مخلوقات جو کہ جناب حق تعالیٰ کی صفات کے مظاہر ہیں (یعنی خدا تعالیٰ کی صفات کے فیض سے ہی ان کا ظہور و بقا ہے) اس سے اس طرح امتیاز ہوگا کہ ذات اس مقام میں الوہیت کے عنوان سے ظاہر ہوگی اور باقی تمام مظاہر میں مخلوق اور انواع کائنات کے عنوان سے ظاہر ہوتی ہے جیسا

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آگ سے ندائے أَنَا اللّٰهُ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا ظاہر ہوئی اور دوسری وجہ امتیاز یہ ہے کہ تمام تجلیات صوریہ، خیالیہ اور حسیہ جو اس جہان سے وقوع پذیر ہوتی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ذات مقدسہ کا ظہور اس مقام میں ان صورتوں سے بالکل مبائن اور دیگر صورتوں میں ہوگا جو کائنات کے اندر معلوم صورتوں میں ہوتا ہے اور عظمت و کبریا نور و بہا اور جمال و صفا کے ساتھ اس حد تک مقرون ہوگا اور اپنے کمالات ذاتیہ اور دیگر کمالات بھی اس کے ساتھ شامل ہوں گے ایسے کہ نہایت ہی اکمل اور اشرف ناظر کے بھی وہم و عقل کے حوصلہ میں گنجائش نہ ہوگی اور ہر گز ان کو اپنے تصور میں نہیں لاسکے گا اور اہل السنۃ نے جو اس جہان کی رویت کو بے کیف لکھا ہے تو یہ دراصل فرقہ معتزلہ کے اشکالات کو رفع کرنے کے لیے کیا ہے جس سے جسمیت کے لوازم ثابت ہوتے ہیں۔

لیکن جب تجلی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی تو یہ جملہ اشکالات رفع ہو جائیں گے۔ (تجلیات کی پوری حقیقت اور ان کی تفصیلات شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کی کتاب عبقات مبحث تجلیات میں ملاحظہ کریں) اور باایں ہمہ بعض اکابر یہ فرماتے ہیں کہ نفس کو شہود حق میں قوی استغراق کی وجہ سے کسی اور چیز کا احساس نہیں ہوگا یعنی زمان، مکان، جہت اور اپنے وجود وغیرہ کسی چیز کا سوائے مشاہدہ کے احساس نہیں ہوگا اور اسی کو معائنہ اور رؤیت بے جہت و بے شکل و بے لوازم جسمیت کہا جاسکتا ہے اور دیکھنے اور مشاہدہ کرنے کی تفصیل بھی اسی طرح ہے کہ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ میں نے بالکل صاف و صریح طور پر زید و عمر کو دیکھا ہے حالانکہ زید و عمر کے بعض اعراض کے سوائے کچھ نہیں دیکھا (یعنی اگر دیکھا ہے تو زید و عمر کا رنگ شکل قد اور ظاہری ہیئت وغیرہ ہی دیکھی اس کے سوا کچھ نہیں دیکھا)

اور جب مشاہد یعنی دیکھنے والے اور مشاہدہ کرنے والے کے بارے میں تعبیر کی چشم پوشی اور مسامحت روا ہوتی ہے اور ایک ایسے لفظ کے بارے میں کہ اس کا موضوع لہ لغوی لفظ رؤیت ہے جب یہ مسامحت برداشت کی جاتی ہے تو اس ذات اقدس کے بارہ میں جو انتہائی ترفع اور بلندی پر ہے کیا کوشش ہو سکتی ہے اور کس طرح التزام کیا جاسکتا ہے اس ذات محض کی کنہہ و حقیقت کے بارے میں جو کہ ادراک کے تعلق اور فہم سے معرا (منزہ) ہے کہ وہ قید احساس و ابصار میں واقع ہو سکتی ہے۔

لیکن یہ رؤیت خواص و عوام کے حق میں تین وجہ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

۱۔ قرب و بعد کی وجہ سے ۲۔ قلت و کثرت کی وجہ سے ۳۔ صفات کی معرفت کی زیادتی اور

کمی کی وجہ سے ایسی معرفت جو دنیا میں حاصل کی جا سکتی ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس بات میں شبہ نہیں کہ بدن ارضی کو روح حیوانی (نسمہ) کی نسبت سے ذات مقدسہ کے پانے میں حجاب بہت زیادہ ہے اور اسی طرح روح حیوانی کو بہ نسبت عالم مثال سفلی کے جو جنات و شیاطین کا مقام ہے یہ حجاب زیادہ ہے اور اسی طرح عالم مثال سفلی کو بہ نسبت عالم مثال علوی جو کہ ملائکہ مقربین کا مقام ہے۔ جو عالم مثال ترقی کرتا ہے تو اسی عالم کی صورت کو حاصل کرتا ہے اور بدن اس کا روح علویہ کا حکم پیدا کرتا ہے۔ جو چیز یہاں غیب ہوتی ہے وہاں شہادت ہو جاتی ہے

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (زمر) جگمگا اور چمک اٹھی زمین اپنے رب کے نور سے

اور اعمال کے حقائق اور ملائکہ کے ہیکل (شکل و شباہت، وضع قطع) اور جنت و نار کے احوال معائنہ و مشاہدہ میں آجائیں گے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ کی اعظم تجلیات جبکہ کارخانہ تدبیر اور قضاء و قدر کے فیضان اور نزول شرائع کی بنیاد اس پر ہے اور ملائکہ کا صدور امر و نہی بھی اس مقام سے ہے۔ یہ تمام اتصال نفس کے مراتب کے اعتبار سے عیاں و آشکارا اور تجلی افگن ہوگا اور جوارح و اعضاء بدن، قویٰ کے تابع ہونے کی بنا پر ان تمام واردات کے لیے سواری بن جائیں گے یعنی ان پر بھی اس کا ورود ہوگا تو یقین ہے کہ معائنہ بصری کی حالت حاصل ہو جائے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

بقیہ: شاہ ولی اللہؒ کا ایک الہامی خواب

آج انسان کو یہ تو بتایا جاتا ہے کہ آج کی سب سے بڑی ضرورت روٹی، کپڑا اور مکان ہے، مذہب نہیں یا پھر مذہب کی طفل تسلیوں سے مزدوروں کو سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا زرخرید غلام بنا دیا جاتا ہے اور مذہب کے حوالے سے اس پر صبر و قناعت کی تلقین کی جاتی ہے مگر ایک ایسے وقت میں جبکہ پیٹ میں کھانے کو کچھ نہ ہو، گھر میں بچے بھوک سے بلبلا رہے ہوں، مذہب کے نسخوں سے لوگوں کو قابو نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح محض پیٹ بھر کر لوگوں کو کھانا کھلا دینے سے بھی ان کی بقا کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس لیے شاہ صاحب کی تاکید یہ ہے کہ ایسا نظام معیشت ہو کہ جس میں ہر شخص کو کھانے کو روٹی، پہننے کو کپڑا اور رہنے کو مکان بھی ملے اور اس کے ساتھ ساتھ مذہب و اخلاقیات پر اسے کاربند رکھا جائے۔ یہی اسلامی نظام کی خصوصیت ہے۔

خدا تعالیٰ کی خوشنودگی باپ کی خوشنودگی میں ہے اور خدا کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ الحدیث